جامعات، کالجز اور مدارس کے طلبہ کیلئے مقالہ لکھنے اور مواد جمع کرنے کے طریقے پر مشتمل منفرد تحریر

مقالہ کیسے لکھیں؟

اس کتاب میں آپ پڑھ سکیں گی:

(۱)۔مقالہ کی تعریف کیا ہے؟
(۲)۔موضوع کا انتخاب کیسے کریں؟
(۳)۔مضمون ومقالے میں فرق؟
(۴)۔تحقیق کیا ہے؟
(۵)۔تحقیق کا طریقہ کیا ہے؟
(۶)۔مواد جمع کرنے کا طریقہ
(۷)۔خاکہ کیسے تیار کریں؟
(۸)۔مقالہ کو حتمی شکل دینا
(۹)۔مقالے کے مراجع ومصادر؟

مرتب : ابو حامد خلیل احمد مدنی عفی عنہ

ناشر

الغنی پبلشرز

www.alghanipublisher.com

0315-2717547

نام کتاب	:	مقالہ کیسے لکھیں؟
مرتب	:	ابوحامد خلیل احمد مدنی عفی عنہ
باہتمام	:	ابوحامد خلیل احمد مدنی عفی عنہ
ناشر	:	الغنی پبلشرز کراچی، بہاولپور
اشاعت	:	باراوّل 2014
تعداد	:	
ہدیہ	:	

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ، مکتبہ قادریہ پرانی سبزی منڈی کراچی،

مکتبہ حسان فیضان مدینہ دکان نمبر 4 کراچی،

مکتبۃ المدینہ (پرائیویٹ) کراچی، لاہور، فیصل آباد، ملتان،

مکتبہ بہار شریعت بہادر آباد کراچی،

مکتبہ ضیاء القرآن کراچی، لاہور،

فرید بک اسٹال لاہور،

جیلانی پبلشرز فیضان مدینہ کراچی۔

ہول سیل کے لئے رابطہ

الغنی پبلشرز 0315-2717547 / 0334-3463826

www.alghanipublisher.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤلف کا تعارف

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہیں جس نے انسانیت کی جان رحمتِ عالمیان سرورِ ذیشان ﷺ کو تمام انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے معلم کائنات بنا کر بھیجا اور علماء کرام گلشنِ اسلام کے مہکتے ہوئے پھول ہیں جن کی خوشبوؤں سے عالمِ اسلام مہک رہا ہے اور ان پھولوں کے درمیان ایک بہت ہی خوشنما کلی کھل رہی ہے جس کی خوشنمائی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جب اس کی نشوونما مکمل ہو گی تو یہ ایک ایسا مہکتا پھول ہو گا جو خوشبوئے علم کے شیدائیوں کی توجہ کا مرکز ہو گا (اللہ عزّوجلّ نظرِ بد سے بچائے) میری مراد فاضل نوجوان، ابو حامد خلیل احمد مدنی قادری ہیں انہوں نے حال ہی میں اپنی جہدِ مسلسل اور دینی جذبے کی بناء پر بہت کم عرصے میں بہت زیادہ علمی خدمات سر انجام دی ہیں۔

ع۔ محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

فاضل موصوف دس جنوری انیس سو چھیاسی (10-01-1986) پنجاب کے شہر بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن پاک اور پرائمری کے بعد مڈل پھر والد محترم کی خواہش پر 2000ء میں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا تین سال میں قرآن کریم حفظ کیا، حفظ کے بعد قراءت کورس کیا، پھر درسِ نظامی عالم کورس شروع کیا اور ساتھ ہی دنیاوی تعلیم کو جاری رکھا، کمپیوٹر کورس، انگلش لینگویج، عربی لینگویج کورس، صحافت کورس، ATTC یعنی عربی ٹیچنگ ٹریننگ کورس (اوپن یونیورسٹی کراچی سے)، ادیب، عالم، فاضل کورسز (سیکنڈری ایجوکیشن آف کراچی سے) کیا، پھر باقاعدہ Psychology پڑھی۔ اس وقت ایم اے اسلامیات و عربی مکمل ہو چکا ہے ایم فل کے لئے کوشش جاری ہے۔ الغرض فاضل موصوف اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، ان کا ایک بہت اہم کارنامہ تنظیمُ المدارس اہلسنت (پاکستان) کے نصاب میں شامل درسی کتب عربی مع اُردو ترجمہ اور اس کی تشریح کو سوالاً جواباً نہایت ہی آسان انداز میں پیش کرنا بھی ہے جس سے طلباء کو بہت آسانی ہو گی، فاضل موصوف مندرجہ ذیل کتب پر کام کر چکے ہیں نصاب مؤطا امام محمد، نصاب مؤطا امام مالک، تفہیم الطحاوی، آسان متنبی اور خلیل الوراثت وغیرہ ہیں اور اب نماز کے ضروری مسائل (سوالاً جواباً) پر مشتمل کتب پر کام جاری ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ عزّوجلّ انہیں مزید ترقی عطا فرمائے اور دین اسلام کا سچا خادم بنائے ہماری دعائیں ہر ان کے ساتھ ہیں اللہ عزّوجلّ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے اللہ عزّوجلّ حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے اور ہمیشہ دینی خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خدا تجھے مزید رفعت عطا فرمائے دین و دنیا میں عزت عطا فرمائے

طالبِ دعا: سید محمد سجاد قادری غفرلہ الغنی

فہرست

محنت اور کوشش کا انعام

مَنْ طَلَبَ شَيْئًا وَجَدَّ وَجَدَ وَمَنْ قَرَعَ الْبَابَ وَلَجَّ وَلَجَ

جو کسی چیز کی طلب میں محنت و کوشش کرتا رہا وہ اسے ایک دن ضرور پالے گا اور جو کسی دروازے کو کھٹکھٹائے اور مسلسل کھٹکھٹاتا ہی چلا جائے تو ایک دن وہ اس کے اندر ضرور داخل ہو جائے گا۔

تحقیق کا طریقہ

تحقیق کی تعریف:

"تحقیق" کے لغوی معنی چھان بین، دریافت، جستجو اور کھوج لگانے کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی چیز کی حقیقت کو دلیل سے ثابت کرنے کا نام تحقیق ہے۔ ہمارے اسلاف نے رسول اکرم ﷺ کے اقوال واحوال کی تحقیق اور تصدیق کے لیے جن مصائب اور دشواریوں کا سامنا کیا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں اور تحقیق کے مختلف میدانوں میں رہنما بھی۔

"مقالہ" ایک ایسی مکمل اور مستند تحریر کا نام ہے جس میں تحقیق نگار کسی موضوع کی ذمہ دارانہ تحقیق دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

مضمون و مقالے میں فرق:

تحقیق وہ عمل ہے جس سے کھرے اور کھوٹے، سچ اور جھوٹ اور حق و باطل میں دلیل کے ذریعے فرق کیا جاتا ہے۔ اس کے ضمن میں تحقیقی مضمون نگاری اور مقالہ نویسی دونوں شامل ہیں کہ دونوں کا اسلوب و اندازِ تحریر یکساں ہوتا ہے۔ فرق صرف حجم کا ہوتا ہے۔ تحقیقی مضمون نسبتاً مختصر اور کم حجم کا حامل ہوتا ہے، جبکہ مقالہ سیر حاصل بحث پر مشتمل ایک مکمل تحقیقی جائزے کو کہتے ہیں۔ مقالے کی ضخامت کے حوالے سے جامعات کے اپنے اپنے معیارات ہوتے ہیں۔ ادبی مقالات کے حجم کے متعلق عرفِ عام یہ ہے کہ ایم اے کا مقالہ تقریباً دو سو صفحات (40,000 الفاظ) اور پی ایچ ڈی کا مقالہ تقریباً تین سو صفحات (60,000 الفاظ) پر محیط ہونا چاہیے۔

تحقیق کی کامیابی کے عوامل:

تحقیق نگار کو چاہئے کہ "تحقیق" کا مسودہ لکھنے سے پہلے چند ضروری امور پیش نظر رکھے تاکہ وہ ایک ایسی "تحقیق" لکھنے میں کامیاب ہو سکے جو نہ صرف خود اس کے لیے اطمینان کا باعث بن

سکے، بلکہ اس کے دل ودماغ کو اس خوشگوار احساس سے سرشار کردے کہ اس کی کاوش متعلقہ استاد، ممتحن اور عام شائقین علم کے معیار پر پورا اترنے میں کامیاب رہی ہے۔ ان امور کو ہم "تحقیق کی کامیابی کے عوامل" کا نام دے سکتے ہیں۔

تحقیقی مقالے کی کامیابی میں کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں جن میں اہم پانچ ہیں:

1۔ وسعتِ مطالعہ:

ایک کامیاب مقالے کا پہلا بنیادی عنصر یہ ہے کہ مقالہ نگار کا مطالعہ وسیع ہو، لہٰذا مقالہ لکھنے والے طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلسل پڑھتا رہے اوران تمام اہم ابحاث و نکات سے اپنے آپ کو باخبر رکھے جو اس کے موضوع سے متعلق ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مقالہ کی تکمیل کے بعد "امتحانی ناقشہ "(Viva) کے دوران کوئی ایسی چیز سامنے آجائے جس تک طالبعلم کی رسائی نہ ہوئی ہو اور وہ مقالہ میں پیش کردہ نتائج و سفارشات پر اثرانداز ہو یا اس کے اخذ کردہ نتائج سے زیادہ بہتر نتائج پر مشتمل ہو۔

2۔ باریک بینی:

مقالہ نگار کو چاہئے کہ کسی عبارت کو سمجھنے اور اسے نقل کرنے میں بہت احتیاط، بیدار مغزی اور باریک بینی سے کام لے۔ بسااوقات طالب علم کم فہمی یا عبارت نقل کرنے میں بے احتیاطی کی وجہ سے خطرناک یا مضحکہ خیز غلطی کر بیٹھتا ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ مقالے میں موجودہ تمام مواد کا ذمہ دار ہے۔ وہ کسی چیز سے صرف اس بنا پر بری الذمہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے یہ مواد کسی دوسرے مصنف سے نقل کیا ہے، لہٰذا جب تک اس کو کسی بات پر خود اطمی ۹نان نہ ہو، اس وقت تک اس کو اپنے مقالے میں نقل نہ کرے۔

3۔ حقیقت پسندی:

طالب علم کو دوسروں کی رائے اور ان کے دلائل پر کھلے دل اور انصاف پسندی سے غور کرنا چاہئے۔ نہ تو ایسا افراط ہو کہ وہ کسی رائے کو من وعن مسلمہ حقیقت کے طور پر لے اور اس کی سند و علت پر غور کرنے کی زحمت ہی نہ کرے اور نہ یہ تفریط ہو کہ کوئی بات دلائل و شواہد کی رُو سے سامنے آنے کے بعد اسی، تسلیم کرنے اس وجہ سے ہچکچائے کہ وہ اس کے رجحانات اور میلانات کے خلاف ہے۔

4۔ جدت:

مقالہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مقالے میں کوئی کام کی بات سامنے لائے اور انسانیت کے پاس موجود علمی ورثے میں کسی قابل ذکر چیز کا اضافہ کرے تاکہ وہ تحقیق کے عمل کو آگے بڑھائے اور علمی ترقی میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ اگرچہ وہ کسی مخطوطے کی تحقیق کی شکل میں کیوں نہ ہو۔ قلم کے بجائے قینچی سے لکھنا اور تحقیقی انکشافات کے بجائے روایتی اقتباسات جمع کرنا مقالہ نگاری کی روح کے منافی ہے۔

اگرچہ ایک بہترین موضوع کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں "جدت" اور "افادیت" پائی جائے، لیکن اس کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ آپ کسی نئے موضوع ہی کا انتخاب کریں۔ آپ قدیم موضوعات پر مختلف جہت اور ایک نئے نقطہ نظر سے کام کر سکتے ہیں، سابقہ تحقیقات کے نتائج کی روشنی میں مزید تحقیق وتدقیق کا فریضہ بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کسی قدیم موضوع پر اپنے ان مطالعاتی نتائج کی روشنی میں از سر نو تحقیق کریں جو اس سے پہلے سامنے نہیں آئے تھے۔ ایسی تحقیق فکر و نظر کی نئی راہیں کھولتی ہے اور علم کے دائرے کو مزید وسعت بخشتی ہے، لہٰذا اسے "اضاعتِ وقت" نہیں کہا جا سکتا۔ افادیت کا پہلو اس میں پایا جانا عین ممکن ہے۔

5۔ حسنِ ترتیب:

طالب علم کی آخری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے مقالے کو اس انداز سے ترتیب دے جو ممتحنین کو بھی متاثر کرے اور قارئین کے لیے بھی پر کشش ہو۔اس کی پیش کردہ معلومات مفید اور مرتب ہوں۔ اس کی تحریر آسان اور اسلوب عمدہ ہو۔اس میں وضاحت اور تسلسل ہو۔ غیر متعلقہ بحث اور ابہام نہ ہو۔

اس کے لیے وہ عسکری قائد کی مثال سامنے رکھے۔ کوئی کمانڈر جب کسی قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اپنے لشکر کو مکمل طور پر تیار کرے، جنگی ضروریات کا اہتمام توجہ اور مہارت کرے اور مطلوبہ ہدف کے حصول تک دشمن پر مسلسل دباؤ قائم رکھے۔

اسی طرح طالب علم کو سب سے پہلے خاطر خواہ مواد جمع کرنا چاہئے، پھر اسے واضح اور آسان اسلوب میں پیش کرنے کے لیے پوری توجہ سے کام لینا چاہئے اور پھر آخر تک یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس میں غیر ضروری اضافات اور ابہام نہ ہو۔ طالب علم کو شروع سے آخر تک اسی اصول پر کاربند رہنا چاہئے، کیونکہ اس کی ذمہ داری صرف اتنی نہیں کہ وہ ایک نئی چیز کا اضافہ کرے، بلکہ ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کا وہ اضافہ کرنا چاہتا ہے، اس کو ایسے خوبصورت سانچے میں ڈھالے جس میں کشش اور جاذبیت ہو۔

مقالہ نگاری کے چار مراحل:

یہاں ان مراحل کو ترتیب سے پیش کیا جارہا ہے جن سے تحقیق نگار کو سابقہ پڑتا ہے اور جن سے واقفیت اس کے تحقیقی سفر میں زادِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مراحل چار ہیں:

(۱)موضوع کا انتخاب(۲)خاکہ سازی (۳)معلومات جمع کرنا(۴)مسودہ لکھنا

ذیل میں چاروں کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

موضوع کا انتخاب:

موضوع کا انتخاب کرتے وقت عام طور پر طالب علم اس وجہ سے مشکل میں پڑ جاتا ہے کہ اس کے خیال کے مطابق تمام اہم موضوعات جن کا اس کے مضمون سے تعلق ہوتا ہے پر تحقیق کی جا چکی ہے اور اس کے لیے کام کا میدان باقی نہیں رہا، حالانکہ یہ محض ایک وہم ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بہت سارے موضوعات ابھی تک ایسے ہیں جن کا ہمارے ذمے قرض باقی ہے اور بہت سے موضوعات ہمیشہ ایسے رہیں گے کہ ان پر کام ہو اور انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ قدیم قلمی نسخوں (مخطوطات) کی تحقیق، تخریج و تعلیق بھی بطورِ مقالہ منظور کروائی جا سکتی ہے۔ اس بنا پر طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مضمون کے اساتذہ اور دیگر اہل علم کے ساتھ خصوصی تعلق قائم رکھے، ان کے پاس آتا جاتا اور گفت و شنید کرتا رہے۔ ان شآء اللہ وہ خود اس نتیجے پر پہنچ جائے گا کہ ایک سے زیادہ موضوعات یا مخطوطات ایسے ہیں جو ابھی تک تحقیق طلب ہیں اور ان پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

طالبِ علم موضوع کا انتخاب کیسے کرے؟

موضوع کے انتخاب کے لیے چار اہم سوالات:

جب طالب علم کسی موضوع کا انتخاب کرنا چاہے اور یہ مناسب سمجھے کہ مجھے یہ موضوع لینا چاہئے تو لگے تو وہ اسے حتمی طور پر منتخب کرنے سے پہلے اپنے آپ سے مندرجہ ذیل چار سوالات کرے:

1۔ کیا یہ موضوع اس حیثیت کا ہے کہ اس پر اتنی محنت کی جائے؟

2۔ کیا اس موضوع پر مکمل تحقیقی مقالہ لکھنا ممکن بھی ہے؟

3۔ کیا اس موضوع پر مطلوبہ لائن یا سطور کا طویل مقالہ لکھنا میرے لیے ممکن ہے؟

4۔ کیا مجھے اس موضوع سے دلچسپی ہے؟

اگر ان سوالات میں سے کسی ایک کا جواب بھی نفی میں ہو تو ایسے طالب علم کو چاہئے کہ اس موضوع کو چھوڑ کر کوئی دوسرا موضوع تلاش کرے، اپنا وقت اور توانائی ایسی چیز میں ضائع نہ کرے جس میں کامیابی کے واضح امکانات نہیں پاتا۔

چار اہم سوالات کی تفصیل

سوال : کیا یہ موضوع اس حیثیت کا ہے کہ اس پر اتنی محنت کی جائے؟

جواب : یاد رکھیں ! موضوع کے انتخاب میں موضوع کی اہمیت کا علم ہونا بہت ضروری ہے نیز یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ ہر موضوع اتنی اہمیت کا حامل نہیں ہوتا کہ اس پر بھرپور محنت کی جائے۔ طلبہ کو چاہئے کہ نتیجہ خیز اور مفید موضوعات کا انتخاب کیا کریں اور ایسے موضوعات منتخب نہ کریں جو سند کے حصول کی حد تک تو مفید ہوں، لیکن بعد میں الماری میں بند گرد و غبار کی تہہ تلے پڑے رہیں۔

سوال : مقالہ نگاری کا اصل ہدف کیا ہونا چاہئے؟

جواب : مقالہ نگاری کا اصل ہدف یہ نہیں کہ طالب علم کاغذات کا پلندہ اکٹھا کر لے یا کوئی سند حاصل کر لے، بلکہ اس کا ہدف یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اندر تحقیق کی روح، ذوق و شوق اور سلیقہ پیدا کرنے کے ساتھ ایک ایسے مفید کام کو منظرِ عام پر لائے جس سے قارئین بھی اور وہ خود بھی آئندہ زندگی میں فائدہ اٹھا سکے۔

۲۔ مطلوبہ مواد کی دستیابی:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی موضوع بہت مفید اور عمدہ ہوتا ہے، لیکن اس سے متعلق دستیاب مواد اتنا کم ہوتا ہے کہ مقالے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ ان جیسے موضوعات پر علمی رسالوں میں تحقیقی مضمون لکھنا تو صحیح ہے، لیکن وہ کسی مقالے کا موضوع نہیں بن سکتے۔

۳۔ صلاحیت واہلیت:

تیسرا سوال طالب علم کی صلاحیت واہلیت سے متعلق ہے جس میں تین چیزیں آتی ہیں:

(۱) طالب علم کے مخصوص حالات وذاتی کوائف کیا ہیں؟ اس میں متعلقہ زبانوں کا جاننا بھی شامل ہے۔

(۲) طالب علم نے یہ مقالہ کتنی مدت میں مکمل کرنا ہے؟

(۳) طالب علم کی مالی حیثیت کیسی ہے؟

سوال: جو طالب علم متعدد زبانیں نہیں جانتے انہیں کس طرح کا موضوع منتخب کرنا چاہیے؟

جواب: جو طالب علم متعدد زبانیں نہیں جانتا، وہ ایسے موضوع پر معیاری مقالہ نہیں لکھ سکتا جس کے بارے میں اجنبی زبانوں میں کتابیں لکھی گئی ہوں۔ مثلاً کوئی طالب علم صرف عربی اور اردو زبان جانتا ہے تو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنے لیے ایسے موضوع کا انتخاب کرے جس پر زیادہ لکھنے والے غیر مسلم مستشرقین نہ ہوں جو انگریزی یا دوسری اجنبی زبانوں میں لکھتے ہیں۔ وہ ایسا موضوع منتخب کرے جس میں زیادہ تر عربی ہی میں لکھا گیا ہو تا کہ وہ ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ مواد پڑھ سکے۔

مقررہ وقت:

موضوع کے انتخاب میں وقت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے، لہٰذا طالب علم ایسا موضوع اپنے لیے تجویز کرے جس کو وہ متعینہ مدت میں مکمل بھی کر سکے۔ اسے چاہیے کہ وہ کسی متعین اور محدود موضوع کا

انتخاب کرے۔ایک طویل اور وسیع موضوع سے کام کی ابتدا کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔

ذیل میں چند مثالوں کی مدد سے تحقیق کے موضوع کی امکانی حد تک تحدید و تعیین کر کے ایک "وسیع تر"موضوع کو"محدود تر"موضوع میں تبدیل کر کے دکھایا گیا ہے:

۱۔طلبہ کی مشکلات:

یہ ایک وسیع تر موضوع ہے۔اب اس کی بتدریج ''تحدید'' ملاحظہ فرمائیں:

۲۔پاکستان میں طلبہ کو درپیش مشکلات (دیگر ممالک سے قطع نظر)

۳۔پاکستان میں طلبہ کو درپیش تعلیمی مشکلات (دیگر مشکلات سے قطع نظر)

۴۔پاکستان میں طلبہ کو انگریزی زبان سیکھنے میں درپیش مشکلات (دیگر مضامین سے قطع نظر)

۵۔پاکستان میں دینی مدارس کے طلبہ کو انگریزی زبان سیکھنے میں درپیش مشکلات (دیگر تعلیمی اداروں سے قطع نظر)

۶۔کراچی میں دینی مدارس کے طلبہ کو انگریزی زبان سیکھنے میں درپیش مشکلات (مملکت پاکستان کے دیگر شہروں سے قطع نظر)

۷۔کراچی کے دینی مدارس کے طلبہ کو انگریزی بولنے میں درپیش مشکلات (انگریزی لکھنے اور قواعد کے جاننے کی مشکلات سے قطع نظر)

آپ نے پہلے اور ساتویں موضوع کے درمیان فرق ملاحظہ کر لیا ہوگا اور اس محنت و مشقت کو بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے جو کسی تحقیق نگار کو ساتویں عنوان کی بنسبت پہلے عنوان پر لکھنے کی صورت میں پیش آسکتی ہے۔کسی بھی "تحقیق"کو آسان اور مختصر بنانے کے لیے موضوع کی "تحدید" کا یہی طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

مالی حیثیت:

بسا اوقات طالب علم کی مالی حیثیت بھی موضوع کے انتخاب میں اثر انداز ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی موضوع ایسا ہے جس پر مقالہ لکھنے کے لیے دور دراز واقع کتب خانوں میں موجود قلمی نسخوں کا عکس لینے کی ضرورت ہے یا ایسی کتابیں خریدنی پڑتی ہیں جو ابھی تک عام کتب خانوں میں دستیاب نہیں، ایسی صورتحال میں اگر طالب علم کی مالی حیثیت ان چیزوں کی متحمل نہیں تو یہ موضوع اس کے لیے نہیں، کسی اور کے لیے مناسب رہے گا۔

۴۔ قلبی شوق:

طالب علم کسی موضوع پر تحقیق میں کم از کم دو سال صرف کرے گا، لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے لیے ایسا موضوع منتخب کرے جو اس کو پسند ہو، اس کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس کی طرف اس کا قلبی میلان ہو اور اس میں اس کی ذاتی دلچسپی کا سامان ہو۔ اس کا جی اس کے لیے محنت کرنے سے گھبراتا یا اکتاتا نہ ہو۔

چند مشورے:

☆... "منتہی درجات" اور "تخصص" کے طلبہ کو چاہئے کہ مقالہ لکھنے سے پہلے مختلف مضامین کے مطالعہ کے دوران ہی متعدد موضوعات کو سامنے رکھ کر کسی ایک کا انتخاب کرلیں اور موضوع کے انتخاب کو تحقیق کے آغاز تک مؤخر نہ کریں۔ ایسا کرنے سے عین وقت وہ وہ تذبذب کا شکار ہو جائیں اور جلد بازی میں کسی ایسے موضوع کا انتخاب کر بیٹھیں گے جس کی طرف نہ تو ان کا قلبی میلان ہو گا اور نہ ہی وہ موضوع ان کی صلاحیت و استعداد اور رجحانات سے کوئی مناسبت رکھتا ہو گا۔

☆... تحقیق نگار کو چاہئے کہ انتخاب کے وقت کسی ایسے شخص سے ضرور مشورہ کرے جو تحقیق کی اہمیت، اس کی جدت و عمدگی کے معیار، تحقیق مکمل ہونے کی ممکنہ مدت اور اس کے لیے درکار مآخذ و

مراجع اور ضروری مواد کی دستیابی کے امکانی وقت کے بارے میں خوب واقفیت رکھتا ہو، تاکہ تحقیق نگار پورے انہماک اور دل جمعی سے موضوع پر کام کر سکے، یا پھر زیرِ غور موضوع سے عدم اطمینان کی صورت میں کسی دوسرے موضوع کا انتخاب اس کے لیے سہل اور مفید ہو۔

☆...کچھ مخصوص حالات بھی کبھی کبھی موضوع کے انتخاب میں مدد دیتے ہیں، مثلاً: کسی طالب علم یا اس کے خاندان یا جاننے والوں کے پاس ایک ایسا ذاتی کتب خانہ ہے جس میں کسی مضمون سے متعلق وافر مقدار میں کتابیں موجود ہیں یا کسی غیر مطبوعہ کتاب کے ایسے قلمی نسخے کسی طالب علم کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جو مفید اور نایاب ہیں تو بلاشبہ یہ ایسا موقع ہے کہ جس سے فائدہ اٹھا کر طالب علم بآسانی تحقیق کا عمل مکمل کر سکتا ہے۔

☆... کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب علم نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے، اس کے بارے میں خاطر خواہ مواد نہیں ملتا، یا طالب علم کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس موضوع پر تحقیق ہو چکی ہے، یا اس موضوع پر کام کے لیے درکار اہم کتابوں کا حصول مشکل ہے...ایسی صورتحال میں ضروری ہے کہ طالب علم جدل از جلد اس موضوع کو تبدیل کر لے تاکہ اس کا وقت ایسی چیز میں ضائع نہ ہو جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

☆...طالب علم کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے آپ سے سابقہ چار سوالات کرتا رہے۔ اگر ان سوالات میں سے کسی ایک کا بھی جواب مثبت نہیں تو پھر بہتر یہی ہے کہ اس موضوع کو چھوڑ دیا جائے اور کسی ایسے موضوع کو تلاش کیا جائے جس میں چاروں شرائط پائی جاتی ہوں۔

عنوان کے الفاظ:

یہاں تک جو کچھ تحریر کیا گیا موضوع کے انتخاب کے حوالے سے تھا، اب اس کے نام یا "عنوان" کے لیے الفاظ کے چناؤ کی طرف آتے ہیں۔ مقالے کے عنوان (اسی طرح مرکزی اور ذیلی عنوانات)

میں چار صفات پائی جانی چاہئیں: اختصار، وضاحت، جامعیت اور دلکشی یعنی:

ایسا مختصر ہو کہ کم سے کم کلمات پر مشتمل ہو۔

۔ایسا واضح ہو کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔ اس کے حدود اربعہ واضح اور متعین ہوں۔ مثلاً وہ اس طرح کا نام نہ ہو: "برصغیر کی جدید تاریخ کے خدوخال" یا "بعض جدید ادبی نظریات کا مطالعہ"۔ اس طرح کے عنوانات پہلے قدم سے ہی طالبعلم کے لیے مشکل پیدا کر دیتے ہیں۔

۔ایسا جامع اور پر مغز ہو کہ اس کے الفاظ سے تحقیق کی جزئیات و تفصیلات جھلکتی ہوں اور وہ تحقیق کے ذیلی عنوانات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہو۔

۔ایسا دلکش، انوکھا اور جاذب نظر ہو کہ پہلی نظر میں قاری کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔

ذیل میں دی گئی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کون سا "عنوان" آپ کو پوری کتاب پڑھنے پر ابھارتا ہے:

۱۔آپ بیتی

۲۔کاروانِ زندگی

۳۔بیس ملکوں کا سفر نامہ

۴۔جہانِ دیدہ

۵۔سقوطِ ڈھاکہ کی رُوداد

۶۔میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا

۷۔ایک نو مسلم کی داستانِ ایمان

۸۔گنگا سے زمزم تک

یہ نام اگرچہ تحقیقی مقالات کے نہیں، لیکن آپ نے یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ عنوان ۲، ۴، ۶، ۸، پڑھنے والوں کے لیے زیادہ کشش کا باعث ہیں، بنسبت عنوان ۱، ۳، ۵، ۷ کے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ ''عنوان'' میں بے جا تکلف، سجع بندی اور مبالغہ آرائی کسی طور مناسب نہیں، خصوصاً ''علمی تحقیق'' میں اس سے مکمل گریز کرنا چاہئے۔

دوسرا مرحلہ۔
خاکہ تیار کرنا:

جس طرح کسی عمارت کی تعمیر سے پہلے اس کا نقشہ بنانا ضروری ہے، اسی طرح کسی مقالے یا تصنیف سے پہلے اس کا خاکہ (خُطّۃ البحث) تیار کرنا ضروری ہے۔ خاکہ سازی کا مطلب یہ ہے کہ طالب علم اپنی تحقیق سے متعلق تین چیزیں متعین کرے:

۱۔ مقالے کا ایسا نام جو مختصرُ ہوئے کسی مقالے تک رسائی حاصل کرکے اس کے خاکے یعنی فہرست کی مدد سے اپنے مقالے کے بنیادی خدوخال متعین کرنے میں مدد لے۔ مثلاً فقہی موضوع پر تحقیق کرنے والا فقہی مقالات کے خاکوں اور کسی شخصیت یا مقام مثلاً آثارِ قدیمہ پر تحقیق کرنے والا کسی شخصیت یا تاریخی جگہ پر لکھے گئے مقالوں کی فہرست سے استفادہ کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بعینہٖ اسی مقالے کا طرز اپنائے، اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے مقالے کے ''خطۃ البحث'' (Synopsis) کی تیاری میں ان سے رہنمائی حاصل کرے۔

دوسری چیز جو طالبعلم کو خاکہ سازی کے لیے درکار ہوتی ہے وہ ''بنیادی مآخذ'' ہیں یعنی وہ ابتدائی کتابیں جن کی مدد سے طالبعلم ابتدائی خاکہ تیار کرے گا۔ ان سے آگاہی کیسے حاصل کی جائے؟ نوآموز طلبہ کے لیے یہ ایک مشکل سوال ہے، لیکن اس کا جواب نہایت آسان ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ ذرائع سے آپ اپنے موضوع کے متعلق کتابوں سے ابتدائی شناسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے

بعد مزید مراجع دوران تحقیق خود بخود سامنے آتے رہیں گے۔ وہ ذرائع یہ ہیں:

(۱) اساتذہ اور ماہرینِ فن:

سب سے پہلے طالبعلم کو اپنے اساتذہ اور ماہرین فن سے استفادہ کرنا چاہئے۔ ان کا بے لوث تعاون اس کے لیے اہم مراجع کی نشاندہی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(۲) کتب خانوں کے نگران حضرات:

طالب علم کو چاہئے کہ ان تمام کتب خانوں کے نگران حضرات اور ان کے ماتحتوں سے دوستانہ تعلقات استوار کرے جن میں اس کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ مراجع کے حوالے سے ان حضرات کی معلومات بہت وسیع ہوتی ہیں اور وہ ایسی جدید و قدیم کتابوں سے واقف ہوتے ہیں جن تک دوسروں کی رسائی آسان نہیں ہوتی۔

(۳) کتب خانوں کی فہرستیں:

ہر معیاری کتب خانے میں کتابوں کی مرتب فہرستیں (کیٹلاگ) ہوتی ہیں۔ زیر تحقیق مضمون سے متعلقہ کتابوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے نئے نئے مراجع طالبعلم کے سامنے آتے جاتے ہیں۔

(۴) دائرہ ہائے معارف یا موسوعات (انسائیکلوپیڈیاز):

دائرۃ المعارف یا انسائیکلوپیڈیا میں جن موضوعات پر مختلف ماہرین سے مقالات لکھوائے جاتے ہیں، ان کے آخر میں ان مقالات کے مآخذ بھی درج ہوتے ہیں۔ طالبعلم اپنے موضوع سے متعلق تمام شخصیات، مقامات پر لکھے گئے مقالات کا مطالعہ کرے اور ان کے آخر میں دیئے گئے مراجع سے استفادہ کرے۔

(۵) تحقیقی کتابیں اور رسائل:

وہ کتابیں جن میں کسی موضوع پر تحقیق ہوتی ہے،اسی طرح وہ جدید تحقیقی رسائل جن میں اصولِ تحقیق کو مد نظر رکھ کر تحقیقی مضامین و مقالات پیش کیے جاتے ہیں،ان کے حاشیے میں یا آخر میں متعلقہ کتب کے حوالہ جات درج ہوتے ہیں۔ ان حاشیوں اور کتابیات سے طالبعلم کو بہت سے مراجع مل سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا پانچ ذرائع سے طالبعلم کو مراجع کا مفید ذخیرہ مل جائے گا۔ پھر وہ جیسے جیسے آگے بڑھے گا اس کے مطلوبہ مراجع شاخ در شاخ پھیلتے جائیں گے۔ ممکن ہے کہ وہ تحقیق کی ابتدا بیس مراجع سے کرے اور اختتام تک اس کے پاس دو سو مراجع جمع ہو جائیں۔

یاد رہے کہ مقالے کے عنوان کے طرح مرکزی اور ذیلی عنوانات بھی قطعی اور حتمی نہیں ہوتے۔ تحقیق کار اگر آگے چل کر ان میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کرے تو اپنے نگران استاد کی رہنمائی اور مشورے سے ایسا کر سکتا ہے۔

تیسرا مرحلہ

معلومات جمع کرنا:

تحقیق کا خاکہ تیاری کرنے کے بعد اگلا مرحلہ معلومات جمع کرنے کا ہے تاکہ اس خاکے میں رنگ بھرا جاسکے۔ معلومات جمع کرنے کے طریقے مقالات کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، لیکن یاد رکھیے! تحقیق خواہ کسی بھی قسم کی ہو،اس کی ابتدا کتب خانے سے کرنی چاہئے اور اوپر دیے گئے پانچ ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے ان مآخذ تک رسائی حاصل کرنی چاہئے جن میں اس کے موضوع سے متعلق معلومات موجود ہوں۔

تحقیق نگار کو چاہئے کو وہ اپنے اساتذہ اور متعلقہ شعبہ کے ماہرین سے معلومات حاصل کرنے میں جھجک اور ہچکچاہٹ کو ہر گز حائل نہ ہونے دے۔اسی طرح تحقیق نگار کو کتب خانوں کے منتظمین سے خوشگوار روابط قائم کرنے چاہئیں،تاکہ مطلوبہ مآخذ تک رسائی کے لیے وہ اسے اپنی خدمات اور تعاون نہایت خوش دلی سے پیش کریں۔اس طرح وہ بہت سا وقت اور محنت بچا لینے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

معلومات جمع کرنے کا طریقہ:

تحقیق نگار کو علمی تحقیق نگاری میں مختلف مراجع سے معلومات جمع کرنے کے لیے ''نوٹ بک'' اور ''فائل بندی'' کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔یعنی وہ اپنے پاس دو چیزیں رکھے: بیاض (نوٹ بک) اور فائل۔بیاض میں ابتدائی یاداشتیں لکھے یا وہ چیزیں جو اسے ہنگامی طور پر یاد آئیں یا کہیں مل جائیں،پھر انہیں ترتیب سے فائل میں مقررہ جگہ میں اتارتا رہے۔

فائل ترتیب دینے کا طریقہ:

یہ ہے کہ تحقیق نگار ایک فائل لے کر اسے ابواب اور فصول یعنی مرکزی عنوانات اور ذیلی عنوانات کے اعتبار سے مختلف حصوں میں تقسیم کر دے،اس کے بعد فائل کے کاغذ سے نسبتاً موٹا کاغذ لے کر تیر کے مشابہ ٹکڑے (کارڈ) بنائے اور ان پر فائل میں بنائے گئے حصوں کے نام لکھ کر بطور علامت فائل کے صفحات میں رکھ دے۔یوں فائل میں ہر موضوع کا ایک حصہ مقرر ہو جائے گا اور تیر کا نشان اس کے لیے بطور علامت ہو گا۔اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ ہر موضوع سے متعلق اقتباسات اور دیگر معلومات کو فائل میں اس کی مقرر کردہ جگہ پر رکھنا آسان ہو گا۔رجسٹر کی جگہ فائل اپنانے کا فائدہ یہ ہے کہ بوقت ضرورت صفحات میں حسبِ منشا کمی بیشی آسان رہتی ہے۔

اس کے بعد جب تحقیق نگار معلومات جمع کرنے کی غرض سے مطالعہ شروع کرے تو ہر اہم، مفید اور موضوع سے متعلق چیز کا خلاصہ یا عنوان فائل میں موجود اس کے خاص حصے میں درج کرتا چلا جائے اور اس کے ساتھ کتاب اور مؤلف کا نام، جلد و صفحہ نمبر، ناشر کا نام اور تاریخ اشاعت بھی نوٹ کرے اور آخر میں یہ بھی لکھ لے اسے یہ ماخذ کہاں دستیاب ہوا؟ آیا خود اس کے پاس موجود ہے، کسی دوست کے ہاں پایا ہے یا کسی کتب خانے میں دیکھا ہے؟ تاکہ بوقتِ ضرورت اس کے حصول میں دشواری نہ ہو۔

تحقیق نگار کے لیے مناسب ہوگا جن مآخذ و کتب کو ایک بار دیکھ چکا ہے ان کی ایک فہرست تیار کر لے، تاکہ آئندہ چل کر کسی غلط فہمی کی بنا پر وقت اور محنت ضائع نہ ہو۔ ایک اچھا تحقیق نگار اسی طرح کتابوں کی چھان بین کر کے اقتباسات، اہم معلومات اور دیگر مواد اپنے پاس محفوظ کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے پاس معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔

معلومات جمع کرنے کے اصول:

ایک نئے تحقیق نگار کو معلومات جمع کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

۱۔ جو چیز بھی دیکھے گہری نگاہ سے اس کا مطالعہ کرے۔ رطب و یابس جمع کرنے سے اجتناب کرے۔

۲۔ فائل میں درج کی گئی معلومات و اقتباسات وغیرہ کی فوٹو کاپی بنوانے کا اہتمام کرے، تاکہ الگ الگ دو فائلیں تیار ہو جائیں۔ ایک گھر میں محفوظ رکھے اور دوسری کہیں آتے جاتے وقت اپنے ساتھ رکھے۔

۳۔ تحقیق کے لیے معلومات جمع کرنے کا آغاز "بنیادی اور اصلی مآخذ" سے کرے، مگر "ثانوی مآخذ" اور ایسی جدید کتب کو بھی سامنے رکھے جن میں تازہ ترین اور مستند معلومات دی جاتی ہیں۔

۴۔ معلومات جمع کرنے کی غرض سے جس کتاب کا بھی مطالعہ کرے اس کی ''کتابیات'' کی فہرست ضرور پڑھے، تاکہ ایسے ماٰخذ و مراجع سامنے آسکیں جو پہلے اسے معلوم نہ تھے۔ اسی طرح حاشیے میں دیے گئے حوالہ جات پر بھی نظر رکھے کہ ان سے بھی نئے ماٰخذ ملتے ہیں۔

۵۔ تحقیق نگار کے لیے ضروری ہے کہ بیدار مغز اور دقیق النظر ہو۔ اپنی تحقیق سے متعلق اہم مضامین کو پورے انہماک سے پڑھے، غیر متعلقہ اجزا سے صرفِ نظر کرے، تاکہ ان کی تفصیل میں الجھ کر وقت ضائع نہ ہو۔ اپنے مطلوبہ افکار کی تلاش کے لیے سطروں پر نگاہ دوڑائے اور بین السطور کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ مصنف کے ذکر کردہ افکار و نظریات کا خلاصہ اور نچوڑ صحت اور سلیقہ کے ساتھ نکال سکے۔

۶۔ اگر کسی خاص فصل یا باب سے متعلق معلومات جمع کرتے وقت تحقیق نگار کے سامنے کسی دوسری فصل یا باب کی اہم معلومات آجائیں تو اسے چاہئے کہ انہیں غنیمت جان کر فوراً اپنی بیاض یا فائل میں اس کی مقررہ جگہ میں درج کرلے، تاکہ اسے بعد میں از سرِ نو تلاش کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ اگر بالفرض دوسری فصل یا باب کی معلومات فائل میں درج کرنے کی وجہ سے اسے اپنے خیالات کا تسلسل منقطع ہونے کا اندیشہ ہو تو کم از کم ان معلومات کا اجمالی اشارہ اور مختصر حوالہ ہی محفوظ کرلے۔

۷۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ ایک چھوٹی بیاض اور قلم ہر وقت اپنے پاس رکھے۔ جب بھی کوئی نئی بات، نکتہ یا رائے ذہن میں آئے تو اسے فوراً درج کرلے۔ کم از کم اس کا اشاریہ تو لکھ ہی لے۔ چاہے وہ اس وقت کسی علمی مجلس میں شریک ہو یا کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو یا دوستوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کررہا ہو۔ پھر جلد از جلد اسے اصل بیاض (فائل) میں مقررہ جگہ پر درج کرے۔

تحقیق نگار سوتے وقت بھی اس بیاض کو اپنے آپ سے جدا نہ کرے، اس لیے کہ افکار کی آمد کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب انسان سونے کے لیے بستر پر دراز ہوتا ہے تو افکار و خیالات کا ایک تانتا بندھ جاتا ہے اور نت نئے نکات کا درود شروع ہو جاتا ہے۔ اب اگر صبح کے انتظار میں انہیں لکھے بغیر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو بسا اوقات وہ پردۂ نسیان کے پیچھے غائب ہو جاتی ہیں۔ نیند سے اٹھنے کے بعد بھی اسی طرح کی کیفیت پیش آتی ہے، اس لیے یہ چھوٹی یادداشت سرہانے دھری رہنی چاہئے تاکہ بعد میں کفِ افسوس نہ ملنا پڑے۔

۸۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ ہر حوالے اور اقتباس کو الگ الگ صفحہ پر لکھے، تاکہ بوقتِ ضرورت اس صفحے کو فائل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان ہو۔

۹۔ تحقیق نگار صفحے کے ایک جانب لکھے اور دوسری جانب کو خالی چھوڑ دے تاکہ بعد میں سامنے آنے والی نئی باتوں کو پشت پر لکھا جا سکے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ تیر کا نشان بنا کر صفحے کی پشت کی طرف اشارہ کر دیا جائے اور ساتھ یہ عبارت بھی درج کر دی جائے: ''صفحہ کی دوسری جانب ملاحظہ فرمایئے'' تاکہ ضرورت کے وقت دوسری جانب دیکھنا بھول نہ جائے۔

۱۰۔ اگر دو صفحات کے درمیان ایک صفحہ بڑھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اضافی صفحے کو پن کے ساتھ جوڑ کر اصل صفحے پر مثلاً ۳۰ الف اور اضافی صفحے پر ۳۰ ب لکھ دیا جائے، تاکہ ان کے جدا ہو جانے کی صورت میں تلاش کرنا آسان ہو۔

۱۱۔ تحقیق نگار کو چاہے کہ کتابوں سے اخذ کردہ اقتباسات اور اپنے غور و فکر کا حاصل جسے ''تعلیقات'' کہتے ہیں، کے درمیان واضح طور پر امتیاز قائم کرے۔ ہر اقتباس سے پہلے اور بعد اپنی تمہید اور تبصرہ کے ذریعے موضوع پر اپنی گرفت کا اظہار کرے تاکہ اس کا مقالہ محض اقتباسات کا پلندہ نہ ہو، بلکہ اس میں مقالہ نگار کی محنت اور انفرادیت جھلک رہی ہو۔

۱۲۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ اقتباسات و تعلیقات کو واضح اور خوشخط لکھے اور انہیں نقل کرنے میں خوب احتیاط سے کام لے، تاکہ ایک بار لکھی گئی چیز واضح نہ ہونے کی بناپر دوبارہ اصل ماخذ سے تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

۱۳۔ اگر ہر صفحہ پر درج شدہ معلومات کی مناسبت سے ایک عنوان بھی لکھ دیا جائے تو تحقیق کو آخری شکل میں لکھتے وقت تحقیق نگار تلاش و جستجو کی ایک بڑی مشقت سے بچ سکتا ہے۔

۱۴۔ تحقیق نگار کے لیے مناسب ہے کہ گاہے گاہے اپنی بیاض (فائل) کی ورق گردانی کرتا رہے۔ جو مواد جمع ہو چکا ہے اس پر نگاہ ڈالتا رہے، تاکہ اس کی ساری محنت اس کے سامنے رہے اور ایک بار درج کردہ معلومات کسی دوسری کتاب میں دیکھ کر دوبارہ درج کرنے میں وقت اور محنت ضائع نہ ہو۔

۱۵۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ تحقیق کے اس مرحلے میں صبر و سکون اور تحمل مزاجی کا ثبوت دے۔ اپنے جمع کردہ مواد اور تحقیق کی ضروریات کا تقابل کرے اور یوں اپنی مربوط جدوجہد کے ذریعہ اپنے کام کو کمال اور عمدگی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

چوتھا مرحلہ

مسودہ لکھنا:

جب تحقیق نگار کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ وہ بقدر کفایت معلومات کا ذخیرہ جمع کر چکا ہے تو تحقیق کا مسودہ لکھنے کا آغاز کر دے۔ مرکزی عنوانات سے ذیلی عنوانات کی طرف بڑھتا جائے اور ایک ایک فصل لکھتا جائے۔ اس دوران وہ ان آداب کا لحاظ رکھے۔

۱۔ تحقیق کی ابتدا میں تحقیق کا مقدمہ، موضوع کے خلاصہ، اس کی اہمیت اور ان اسباب پر مشتمل ہوتا ہے جو تحقیق لکھے جانے کا سبب بنے۔ مختصر یہ کہ ''مقدمہ'' تحقیق کا اجمالی خاکہ پیش کرتا ہے اور قاری کو تحقیق کے اہم عناصر سے روشناس کراتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ تحقیق نگار کے اختیار کردہ

علمی اسلوب اور معلومات جمع کرنے کا طریق کار پر بھی روشنی ڈالتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ مقدمہ ایسی سنجیدہ و جامع عبارت اور دلآویز اسلوب میں لکھا جائے جو قاری کو پوری تحقیق پڑھنے پر آمادہ کر دے۔

۲۔ تحقیق کے آخر میں "خاتمہ" ہوتا ہے، اس میں ان افکار و نظریات کا نچوڑ پیش کیا جاتا ہے جن پر تحقیق نگار تحقیق کے دوران خوب تفصیل سے کلام کر چکا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ان نتائج کا بھی بیان ہوتا ہے جن تک تحقیق نگار نے رسائی حاصل کی۔

۳۔نئے باب اور فصل کے آغاز سے پہلے ایک مختصر سا مقدمہ تحریر کیا جائے، اس میں آنے والی معلومات کو پیش کرنے کے طرز اور ترتیب کا ذکر ہو اور اس خاکہ کی وضاحت ہو جس کے مطابق تحقیق نگار تحقیق کو ڈھالنا چاہتا ہے، اسی طرح جن اہم امور سے تحقیق نگار کسی وجہ سے صرفِ نظر کرنا چاہتا ہے ان کی بھی نشاندہی کر دی جائے۔

باب یا فصل کا اختتام ایک "خلاصہ" کے ساتھ کیا جائے، اس میں ان اہم نتائج کا مختصر جائزہ لیا جائے جن تک تحقیق نگار پہنچ سکا یا پھر "خلاصہ" میں باب کی اہم معلومات کا سرسری جائزہ پیش کیا جائے۔

۴۔اگر تحقیق نگار کسی امر کا مدعی ہے تو دلیل پیش کرنا اس کے ذمہ لازم ہے اور اگر صرف ناقل ہے تو مکمل حوالہ ذکر کرنا ضروری ہے۔

۵۔ تحقیق میں غور و فکر اور تنقید و تجزیہ ایک ناگریز ضرورت ہے۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ تحقیق میں اپنے آپ کو کھپا دے اور تحقیق سے متعلق ہر چیز کا خوب عرق ریزی سے مطالعہ کرے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ مطالعہ میں آنے والے ہر فکر و نظریہ کو ایسی ناقابل تردید حقیقت سمجھ کر قبول نہ کرے جو بحث و تنقید سے بالاتر ہو، بلکہ وہ اپنے آپ کو ایسا منصف مزاج قاضی تصور کرے جو اچھی طرح چھان پھٹک کرنے کے بعد ہی کسی دلیل کو قبول کرتا یا کوئی فیصلہ دیتا ہے۔

۶۔ تحقیق میں شخصیات کی طرف اشارہ کرتے وقت بہتر ہے کہ علمی القاب اور عہدے و خطابات ذکر نہ کیے جائیں، الّا یہ کہ موقع کی مناسبت سے اس کی ضرورت ہو اور تحقیق نگار اپنی رائے اور نظریے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے لقب ذکر کرنا ضروری سمجھے، مثلاً: وہ یہودیوں کے بارے میں تحقیق کر رہا ہے اور اپنی کسی رائے کی تائید پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

"یہودیوں کے صفِ اوّل کے رہنما اور عالمی صہیونی تحریک کے بانی ڈاکٹر وائز مین نے اپنی کتاب... میں لکھا ہے...۔"

ایسا کرنے سے تحقیق میں جان اور رائے میں وزن پیدا ہو جاتا ہے۔

۷۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ تحقیق نگار جمع شدہ تمام مواد کو تحقیق کا حصہ بنانے پر اصرار نہ کرے کہ اس سے مقابلہ بہت طویل اور بوجھل ہو جائے گا، بلکہ اسے چاہئے کہ مواد میں سے تحقیق کے لیے ضروری مفید اور اہم نکات کا باریک بینی سے انتخاب کر لے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی ماندہ مواد کو تلف کر دے، بلکہ اسے بھی آخری وقت تک محفوظ رکھے، کیوں کہ بسا اوقات تحقیق کو آخری شکل میں لکھتے وقت یا دیگر علمی تحقیقات کے ساتھ تقابل کی صورت میں اس محفوظ مواد کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

۸۔ تحقیق سے حاصل شدہ نتائج اور افکار کی صحت و صداقت کا اطمینان کیے بغیر ان کی عام اشاعت میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔

۹۔ تحقیق کو پیش کرنے سے پہلے نظر ثانی نہایت ضروری ہے تاکہ لغوی، املائی اور علمی اغلاط کی اصلاح کی جا سکے نیز کمپوزنگ کی غلطیوں سے اطمینان ہو جائے۔

۱۰۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ دورانِ تحقیق پیش آنے والی مشکلات اور تھکان سے دلبرداشتہ اور پست ہمت نہ ہو، اس لیے کہ شہد کی مٹھاس سے لطف اندوز ہونے کے لیے شہد کی مکھی کے ڈنک سہنے پڑتے ہیں اور دوشیزہ کو پیغامِ نکاح دینے والے کو مہر کی گرانی برداشت کرنی ہی پڑتی ہے۔

تحقیق کی زبان اور اسلوب:

۱۔ جہاں تک ممکن ہو متکلم کی ضمائر (میں، ہم وغیرہ) سے اجتناب کرنا چاہئے۔ ایسی عبارات سے بھی گریز کیا جائے جن سے اپنی ذات کے اظہار یا تعلّی کا تاثر ملے، جیسے: "میرا یہ نظریہ ہے" یا "میں اس تحقیق پر پہنچا ہوں"۔ اس کے بجائے یوں کہا جائے: "تحقیق نگار کا یہ نظریہ ہے" اور "تحقیق نگار اس نتیجے پر پہنچا ہے"۔

۲۔ ایسا اسلوب اختیار کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے جس سے فخر و غرور اور عجب و خود پسندی جھلکتی ہو، اسی طرح ایسی باتوں سے بھی بچے جس سے اپنے عمل، ذات، محنت اور تحقیق کی راہ میں مشکلات کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہو، جیسے:

"اپنے طویل تجربے اور تحقیق کی بنیاد پر میرا یہ یقین ہے..." یا "نہایت غور و فکر اور سخت جدوجہد کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں..."

اس کے بجائے یوں کہا جائے: "تحقیق نگار پر یہ بات ظاہر ہوئی..." یا اس طرح کہا جائے: "پہلے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے..." یا یوں کہے: "اس ساری تحقیق سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ..."

۳۔ تمسخرانہ انداز، رکیک جملوں اور کسی کے افکار پر کیچڑ اچھالنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

۴۔ تحقیق کو فصیح زبان میں املا و لغت کے قواعد کی رعایت کے ساتھ تحریر کیا جائے۔ ایسے موزوں الفاظ کا انتخاب کیا جائے جو معنی کی گہرائی اور حسن کو نکھار کر سامنے لائیں۔ اسلوب ایسا سہل، واضح اور

جاندار ہو کہ ایک علمی تحقیق کے ساتھ مکمل مطابقت رکھے۔ لفظی پیچیدگیوں اور غیر ضروری قافیہ بندی سے پاک چھوٹے چھوٹے جملے تحریر کا حسن ہیں اور اس کی وقعت میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

۵۔ تحقیق کا مسودہ لکھنے کے دوران "املا" اور "لغت" کی غلطیوں سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

۶۔ فعل وفاعل، مبتدا و خبر، شرط و جزا اور موصول وصلہ میں طویل فاصلے سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ جملے کے دونوں اجزا کا باہمی ربط سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

۷۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ تحریر میں اپنی رائے پر کہیں بھی تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت ظاہر نہ ہونے پائے۔

۸۔ کسی رائے کی تائید میں دلائل ذکر کرتے وقت نسبتاً کمزور دلیل سے آغاز کر کے بتدریج قوی اور قوی ترکی طرف بڑھنا چاہئے۔

۹۔ کسی بات اور مفہوم کے بار بار تکرار سے قطعی اجتناب کریں۔ اگر کہیں اس کی ضرورت پیش آجائے، مثلاً: آپ دو موضوعات میں ربط اور مناسبت بتانا چاہتے ہیں تو یوں لکھیں:

"جیسا کہ اس کی وضاحت فلاں صفحہ میں گزر چکی ہے"۔

یا یوں کہیں: "جیسا کہ اس کی تفصیل فلاں صفحہ پر آرہی ہے"۔

۱۰۔ تحریر میں طوالت سے گریز کیا جائے۔ اگر کوئی مفہوم پانچ الفاظ میں بیان ہو سکے تو اسے چھ یا اس سے زائد الفاظ میں بیان نہ کیا جائے۔ ایسی تفصیل سے بچنا چاہئے جو تحریر کو ضرورت سے زیادہ پھیلا دے اور موضوع سے اس کی وابستگی جاتی رہے۔ اس کے بالمقابل تحقیق کو ایسے اختصار سے بھی پاک رکھنا چاہئے جس سے مطلب سمجھنے میں دشواری ہو۔

تحقیق میں عبارات کا اندراج:

۱۔اقتباس کردہ آیات ''واوین'' میں لکھی جائیں گی یا انہیں ان خوبصورت پھولدار قوسین میں رکھا جائے گا جو کمپیوٹر میں اسی غرض کے لیے مخصوص ہوتی ہیں، نیز ان کو نسبتاً گہرے اور موٹے خط میں یا قرآن شریف کے لیے مخصوص خط میں یا (ممکن ہو تو) کسی دوسرے رنگ میں لکھا جائے گا۔اس کے بعد قوسین میں سورت کا نام اس کے بعد دو نقطے اور پھر آیت نمبر درج کیا جائے گا۔

۲۔احادیث کو بھی واوین یا مخصوص قوسین میں لکھا جائے گا۔ بہتر ہو گا کہ حدیث کی کمپوزنگ بھی نسبتاً گہرے اور موٹے خط میں یا (ممکن ہو تو) کسی دوسرے رنگ میں ہو۔اس کے بعد حدیث کی کتاب، باب اور جلد و صفحہ ہو۔ مثلاً: ''متفق علیہ'' یا ''رواہ الشیخان'' یا ''رواہ اصحاب السنن'' لکھنے کے بعد کتاب، باب اور جلد و صفحہ درج کیا جائے گا۔

اگر راقم الحدیث ذکر کر دیا جائے تو جلد و صفحہ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ مثلاً:

صحیح بخاری: کتاب العلم، باب فضل العلم، راقم الحدیث: ۲۵

۳۔اقتباس کا متن نقل کرنے میں تحقیق نگار کو انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہئے اور ایک ایک لفظ کو دھیان سے بغیر کسی ترمیم کے نقل کرنا چاہیئے۔اگر نقل کردہ اقتباس میں لغت، املا یا معنی و فکر کی کوئی غلطی پائی جائے اور تحقیق نگار قاری کو یہ بتانا چاہے کہ یہ غلطی اصل کتاب کی ہے تو عبارت کو جوں کا توں غلط کرنے کے بعد قوسین میں لکھ دے: {اصل کتاب میں اسی طرح ہے}

۴۔جب تحقیق نگار کسی عبارت کی تلخیص کر کے اسے اپنے اسلوب اور عبارت میں پیش کرے تو وضاحت کر دے کہ یہ تعبیر غلطی نہیں، تعبیرِ معنوی ہے۔ نیز انتہائی توجہ سے کام لے کہ معنی و مفہوم میں فرق نہ ہو جائے۔احتیاط اور دیانت کا تقاضا ہے کسی مہارت کی تلخیص یا اختصار کے بعد تحقیق نگار

کو اس بات کا مکرر اطمینان کر لینا چاہئے کہ وہ مؤلف کی مراد کو اچھی طرح سمجھ چکا ہے، اس لیے کہ ''سوئِ فہم'' علم کے لیے بہت بڑی آفت ہے۔

۵۔ اگر اقتباس بعینہٖ مؤلف کے الفاظ میں نقل کیا گای ہے تو درج ذیل باتوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے:

(الف) اگر اقتباس پانچ سطروں س سے زائد نہ ہو تو اسے ''مقالہ'' ہی کے رسم الخط اور حجم میں لکھا جائے گا اور حجم میں لکھا جائے گا اور بین السطور کا فاصلہ بھی اسی کے مطابق ہو گا۔

(ب) اگر اقتباس طویل ہو یعنی پانچ سطروں سے زائد ہو تو دونوں طرف قدرے زیادہ حاشیہ چھوڑ کر، دو سطروں کے درمیانی فاصلے کو کم کر کے اور اقتباس کے الفاظ کو بقیہ الفاظ سے چھوٹا رکھ کر لکھا جائے گا۔

٦۔ کسی ایسے مآخذ سے استدلال کو جو خود کسی دوسرے ماخذ سے لیا گیا ہو، اصل ماخذ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اصل ماخذ کی طرف رجوع کر کے اغلاط، تصحیف، تحریف اور کمی بیشی سے محفوظ ہونے کا اطمینان کر لیا جائے۔ اگر اصل ماخذ تک رسائی ممکن نہیں تو اقتباس کردہ عبارت کو علاماتِ تحدید کے درمیان لکھ کر قوسین میں یوں رکھ دیا جائے: (''......'') اور حاشیہ میں یوں اشارہ کیا جائے: ''فلاں مؤلف نے اپنی فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر یہ اقتباس نقل کیا ہے''۔

۷۔ اقتباس نقل کرتے وقت بہتر ہو گا کہ اس سے پہلے موضوع سے اس کا ربط اور اہمیت بیان کر دی جائے اور اس کے بعد اس کا نچوڑ اور خلاصہ یا نتیجہ ذکر کر دیا جائے۔ مختلف عبارتوں سے پہلے تمہید لکھنے، ان کے درمیان تقابل کرنے اور ان کے بعد تبصرہ لکھنے میں طالب علم کو اپنی تحقیقی و تحریری صلاحیت اجاگر کرنا چاہئے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس نے جمع کردہ معلومات اور مواد کو اچھی طرح سمجھا ہے اور ان سے صحیح صحیح مطلب اخذ کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ صرف انہیں نقل کرتا چلا گیا ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ صرف ایک ناقل ہو گا نہ کہ تحقیق نگار۔

۸۔ تحقیق نگار کو چاہئے کہ الفاظ میں ہیر پھیر اور اقتباسات میں ایسے حذف و ترمیم سے بچے جس سے مفہوم کے سمجھنے میں خلل واقع ہو۔ یہ اہل حق کا طریقہ نہیں، اہلِ باطل کا امتیاز ہے۔ اہلِ باطل اپنے غلط نظریات یا علمائے حق پر بے جا اعتراضات کے لیے یہ جھوٹا اور ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔ امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا کتاب ''عباراتِ اکابر'' میں اس کی متعدد مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ حال ہی میں ''مسجدِ اقصیٰ کی تولیت'' اور ''ارضِ فلسطین کی وراثت'' یہود کے حوالے کرنے کے لیے ایک نوجوان عالمِ دین نے جو مقالہ لکھا، اس میں مسلمانوں کے دل میں یہود کے لیے نرم گوشہ بنانے کے لیے یہ کہا کہ یہود حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر ایمان لے آئے تھے۔ صرف اتنا تھا کہ وہ انہیں بنو اسماعیل کا نبی سمجھتے تھے، بنو اسحاق کا نہیں۔ اس کے لیے مقالہ نگار نے پرلے درجے کی علمی خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حاشیہ میں سورۃ البقرۃ آیت ۷۶ لکھنے پر اکتفا کیا۔ اب عام قاری تو دھوکے میں پڑ جائے گا لیکن اگر کوئی سورۃ البقرہ کی ۷۶ آیت پڑھنے کی زحمت کرلے تو اسے حیرت ہوگی کہ علم سے نسبت رکھنے والا کوئی ادنی شخص بھی اتنی بڑی حماقت یا خیانت کرسکتا ہے۔ آپ بھی اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ باطل دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے کیسے کیسے باطل طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ مذکورہ آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

''اور جب یہ لوگ (منافق یہودی) مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جب ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں: کیا تم ان مسلمانوں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ مسلمان تمہارے پروردگار کے پاس جاکر انہیں تمہارے خلاف دلیل کے طور پر پیش کرے؟ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟''

واضح رہے کہ یہودیوں کے کفر کے بارے میں یہی بات سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی کہی گئی ہے لیکن مذکورہ بالا تحقیق نگار نے چوری پکڑے جانے کے ڈر سے اس کا حوالہ نہیں دیا، کیونکہ اس میں واضح طور پر "وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ" کہہ کر ان منافق یہودیوں کو شیطان قرار دیا گیا ہے۔

مقالہ کو حتمی شکل دینا

ذیل میں کچھ ہدایات دی جا رہی ہیں جن کا خیال رکھنے سے تحقیق نگار کی محنت کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور تحقیق اپنی آخری شکل میں اس طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اس کی قدر و قیمت اور مقام میں نمایاں اضافہ محسوس ہوتا ہے۔

۱۔ تحقیق لکھنے کے لیے بہترین اور معیاری کاغذ استعمال کرنا چاہیے۔ تحقیق کی جلد بندی یا فائل بندی کرنی چاہیے اور اسے ایسی عمدہ صورت میں پیش کرنا چاہیے کہ تحقیق نگار کے اعلیٰ ذوق کی عکاسی کرے۔

۲۔ تحقیق کو حتمی شکل دیتے وقت ترتیب، سلیقے اور صفائی کا خیال رکھا جائے۔ الفاظ کی کاٹ پیٹ اور مکرر لکھائی سے حتی الامکان بچا جائے۔ حاشیے کی حد سے تجاوز بھی نہ کیا جائے۔

۳۔ مقالہ ہاتھ سے لکھتے وقت ایک سطر چھوڑ کر لکھا جائے۔ کمپوزنگ کی صورت میں اس کی ضرورت نہیں۔

۴۔ تحقیق کو واضح اور خوش خط لکھنا چاہیے۔ حروف کی موٹائی مناسب ہونی چاہیے، نہ بہت بڑے ہوں اور نہ اتنے چھوٹے کہ پڑھے نہ جا سکیں۔ اگر مقالے کو کمپوز کیا جائے تو ۱۴ یا ۱۵ کا پوائنٹ رکھنا چاہیے۔

۵۔ پانچ سطروں سے زائد اقتباسات کو کمپوز کرتے وقت چھوٹے حجم میں، سطروں کا درمیانی فاصلہ کم کر کے اور دونوں طرف کے حاشیے سے نسبتاً زیادہ جگہ چھوڑ کے لکھا جائے گا۔

۶۔ صفحے کی دونوں جانب حاشیے کے لیے جگہ چھوڑی جائے۔ صفحے کے اوپر کا خالی حصہ صفحے کے نیچے کے خالی حصے سے اور دائیں جانب کا حاشیہ بائیں جانب سے قدرے زیادہ ہونا چاہیے۔ عام طور پر علمی تحقیقات میں اوپر کی جانب سے ۴ سینٹی میٹر، دائیں سے بھی ۴ جبکہ بائیں طرف سے ۳ اور نیچے کی جانب سے ۲ سینٹی میٹر کے بقدر حاشیہ چھوڑا جاتا ہے۔

۷۔ مرکزی عنوان سطر کے وسط میں جلی قلم سے لکھا جائے۔ ان پر واوین وغیرہ کچھ نہ ڈالا جائے۔ ذیلی عنوانات کو سطر کی ابتدا میں مرکزی عنوان سے قدرے چھوٹا کر کے لکھا جائے گا یا کم از کم تحقیق کے خط کے برابر لیکن گہرے سیارہ رنگ میں (بولڈ کر کے) لکھا جائے۔

۸۔ جب کسی چیز کی ضمنی تقسیم ہو رہی ہو تو اوّلی و ثانوی تقسیم کو اس طرح ظاہر کیا جاتا ہے کہ "اوّلی تقسیم" کو اول، دوم، سوم کے الفاظ سے، "ثانوی تقسیم" کو الف، ب، ج کے حروف سے اور تیسری تقسیم کو اعداد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اول، دوم، سوم کے الفاظ سطر کے شروع میں الف، ب، ج کے حروف ذرا اندر کی طرف ہٹ کر اور ا، ۲، ۳ وغیرہ اعداد مزید اندر کی طرف لکھے جائیں گے۔ ان کے نیچے کی جگہ خالی رہے گی تاکہ تقسیمات اصلیہ و ضمنیہ خوب ظاہر ہوں۔ اس کی تفصیل اس کتاب کے چوتھے باب "رموزِ اوقاف" کی دوسری فصل کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔

۹۔ مقالہ ہاتھ سے لکھنے کی صورت میں مختلف رنگوں اور خط کی مختلف اقسام کا استعمال ناگزیر ہے، مگر اس میں مبالغہ اور اسراف سے احتراز کرنا چاہیے۔

۱۰۔ ایسے تمام الفاظ پر بقدرِ ضرورت اعراب لگائے جائیں جن کے بلا اعراب ہونے کی صورت میں غلط فہمی اور التباس کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح غیر معروف الفاظ، نیز وہ الفاظ جن کے کسی دوسرے لفظ کے ساتھ خلط ملط ہونے کا خطرہ ہو، ان پر بھی بقدر ضرورت اعراب لگانا چاہیے۔

مقالے کی ہیئت اور ترتیب:

تحقیق کے شروع میں "سرورق" اور "اندرونی سرورق" کے بعد ایک صفحہ "انتساب" کے لیے اور ایک "کلماتِ تشکر" کے لیے خاص ہوگا۔ اس میں معلومات جمع کرنے سے لے کر تحقیق کے منظر عام پر آنے تک مختلف مراحل میں تعاون کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ تحقیق میں "فہرست مضامین" بھی شامل کی جائے گی۔ اس میں ہر فصل، باب اور مرکزی عنوان کا صفحہ نمبر درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد تحقیق کا اصل متن پھر آخر میں ضمیمہ جات اور کتابیات آئیں گی۔ اس طرح سے تحقیق کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہوگی:

- بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی (یا دونوں) کے لیے ایک صفحہ
- صفحہ برائے "سرورق"
- صفحہ برائے "اندرونی سرورق"
- صفحہ برائے "خلاصہ تحقیق" (اس کی ضرورت انکشافی علمی تحقیقات میں پیش آتی ہے)
- صفحہ انتساب
- صفحہ برائے "کلماتِ تشکر"
- صفحات برائے فہرست

(مقالے میں نقشے، خاکے یا گراف موجود ہوں تو ان کے لیے الگ سے مخصوص فہرست ترتیب دی جائے گی)

- تحقیق کا مقدمہ
- تحقیق کا متن
- خاتمہ

۔ضمیمہ جات(اگر موجود ہوں)

۔فہرستِ کتابیات

☆ تحقیق کے ابتدائی صفحات (جن میں عنوان کا صفحہ بھی شامل ہے) کے نمبر شمار ''حروفِ ابجد'' میں لکھے جائیں گے اور باقی صفحات(مقدمہ کی ابتداسے تحقیق کے اختتام تک)ہندسوں میں لکھے جائیں گے۔

☆کتاب یا مقالہ کے متن کے صفحات نمبر صفحے کے اوپر دائیں، بائیں یا وسط میں ہونے چاہئیں۔اس لیے کہ حوالہ دیکھنے والا پہلے صفحہ نمبر دیکھتا ہے، پھر نیچے عبارت میں اپنا مطلوب تلاش کرتا ہے۔اگر صفحات نمبر نیچے لکھے ہوں تو اسے طبیعت کے بر خلاف نظر کو نیچے سے اوپر لے جانا پڑے گا۔ہاں! جب صفحے کے اوپر والے حصے میں عنوان یا اعداد یا اور ایسی کوئی چیز ہو جس کی وجہ سے صفحہ نمبر وہاں لکھنا مناسب نہ ہو تو ایسے موقع پر اسے صفحے کے نچلے حصے میں منتقل کر دینا چاہیے۔اس میں بھی موزونیت نہ پائی جائے تو صفحہ نمبر لکھے بغیر شمار کیا جائے گا۔

☆اگر کتاب متعدد رسائل کا مجموعہ ہو اور کتاب اور رسائل کے صفحات کو الگ الگ ظاہر کرنا مقصود ہو تو کتاب کے صفحات حسبِ معمول صفحے کے اوپر اور رسالے کے صفحات نیچے اور چھوٹے خط میں لکھے جاتے ہیں۔

☆ہر فصل کی ابتدا میں ایک مستقل صفحہ پر فصل کا عنوان اور اس کے ذیلی عنوانات درج کرنے چاہئیں۔

اختتامی ہدایات:

☆...طالب علم کو چاہئے کہ مقالہ شروع کرنے سے پہلے موضوع سے متعلق مختلف پہلوئوں پر چھوٹے چھوٹے تحقیقی مضامین لکھتا رہے۔استاد کی نگرانی اور ہدایات کے تحت لکھے گئے ان تحقیقی مضامین کی

مدد سے طالب علم اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ آئندہ اصل مقالے کی ابتدا شروع ہی سے اچھی طرح کر سکے۔

☆...جمع کردہ مواد میں سے کچھ کو چھوڑنا اور انہیں مقالے کا جزنہ بنانا کافی کڑوا گھونٹ ہے۔ مواد اکٹھا کرنے کے دوران طالب علم نے جتنی محنت کی تھی، اس سے گزرنے کے بعد اس مواد کو استعمال نہ کرنا اس پر بہت گراں گزرتا ہے، لیکن اس کڑواہٹ کو خوشی خوشی نگلنے سے متعلق گفتگو ضروری ہے۔ طالب علم کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ غیر ضروری مواد جمع کرنے سے مقالے پر لازماً منفی اثر پڑتا ہے۔ اس کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تحقیق کے لیے کی گئی محنت صرف مقالے کی تیاری کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ اس کا اصل ہدف متعلقہ مضمون میں مہارت حاصل کرنا، تحقیق کا طریقہ و سلیقہ سیکھنا اور تحقیقی ذوق کو فطرتِ ثانیہ بنانا ہوتا ہے۔ طالبعلم نے جتنا پڑھا ہے اور جتنا مواد اکٹھا کیا ہے، اس سے یقیناً اس کو فائدہ ہوا ہے اور یہ مواد اگرچہ مقالے کا حصہ نہیں بنا ہے، لیکن وہ اس کی علمی زندگی کا حصہ ضرور ہے اور امتحانی مناقشہ کے دوران وہ اس کے کام آئے گا۔ نیز مستقبل میں مزید تحقیق کرتے وقت وہ اس کو دوسرے تحقیقی مضامین کا حصہ بنا سکتا ہے۔

☆...طالب علم مقالے میں مذکورہ تمام مواد کا ذمہ دار ہو گا۔ وہ کسی چیز سے صرف اس لیے بری الذمہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے یہ مواد کسی دوسرے شخص سے نقل کیا ہے، اگرچہ وہ دوسرا شخص علمی مرتبے میں انتہائی بلندی پر ہو، لہٰذا طالب علم کو اُن تمام مصنفین کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے زیرِ بحث موضوع پر لکھا ہو۔ اسی طرح اس کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ کون سے مصنف تسامح و تساہل کرتے ہیں اور کون سے مصنف حزم و احتیاط؟ ان کی معاملہ فہمی کتنی ہے؟ وہ علمی، اخلاقی اور تحقیقی روایات کی کتنی پابندی کرتے ہیں؟ اور اس کے علاوہ ہر اس چیز کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا چاہئے جو کسی بھی لکھنے والے کی تحریر پر اثر انداز ہو سکتی ہے، مثلاً: سیاسی افکار، اقتصادی

نظریات، دینی جذبات اور مذہبی رجحانات تاکہ وہ ان میں سے صرف ان حضرات سے استفادہ کرے جو اس بارے میں احتیاط، باریک بینی اور دقت نظری سے کام لیتے اور معاملات کو قریب سے جانتے اور سمجھتے ہیں۔

☆...عام تسلیم شدہ حقائق جو بہت ہی زیادہ مشہور ہوتے ہیں، ان کو قدیم یا جدید مراجع کا حوالہ دیے بغیر بھی مقالے میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ بعض مقالہ نگار اصل مضمون سے زیادہ مراجع کا انبار لگانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اصل کو تابع اور تابع کو اصل بنا دیتا ہے۔ مرجع کا حوالہ تو کسی اہم بات یا نظریے کی توثیق کے لیے ہوتا ہے۔ مراجع بذاتِ خود مقصود نہیں، اس لیے بات بات پر حوالہ جات کا ڈھیر لگانا کوئی قابلِ رشک بات نہیں۔ اگر مراجع زیادہ ہوں تو قدیم ترین اور موضوع کے ساتھ قریبی تعلق والے مراجع ذکر کرنا چاہئے اور جب مرجعِ اصلی کا حوالہ دے دیا جائے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ ان ثانوی مراجع کا بھی حوالہ دیا جائے جن میں یہی عبارت مرجع اصلی سے لی گئی ہے۔

مقالے کے مراجع و مصادر

ہر مقالے کے آخر میں مراجع و مصادر درج کیے جاتے ہیں، لہٰذا یہاں مراجع کی اقسام اور ان کے اندراج کا طریق کار کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مراجع اصلیہ وثانویہ:

مراجع دو طرح کے ہوتے ہیں: مراجع اصلیہ اور ثانوی مآخذ۔

ا۔ مراجع اصلیہ:

"مراجع اصلیہ" وہ کتب یا مآخذ ہیں جو مقالے کے موضوع اور اس کے متعلقہ حقائق سے براہ راست تعلق رکھتے ہوں اور اصالۃً اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوں جس پر طالب علم مقالہ لکھ رہا ہے۔

مراجع اصلیہ کی پھر دو قسمیں ہیں:

خصوصی مراجع اصلیہ اور عمومی مراجع اصلیہ۔ مثلاً اگر کوئی طالب علم تاریخ پر مقالہ لکھ رہا ہے تو اس کی ''خصوصی مراجع اصلیہ'' تاریخی کتابیں ہی ہوں گی۔ البتہ اگر دوران تحقیق کسی آیت، حدیث سے استشہاد کی ضرورت پیش آئی اور اس نے کتب تفسیر و حدیث کی طرف مراجعت کی تاکہ اس تفسیری نکتے یا حدیث کی صحت کے بارے میں مفسرین و محدثین کا تبصرہ نقل کرے یا دوران تحقیق کسی لفظ کا لغوی معنی بیان کرنے کی ضرورت پڑی، مثلاً وہ خلافت یا امامت میں فرق بیان کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے کتب لغت یا شعر کے دیوان سے حوالہ دیتا ہے تو یہ ''عمومی مراجع اصلیہ'' ہوں گے۔ مراجع اصلیہ ہی مقالے میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، کیونکہ یہ موضوع پر مشتمل مواد کا قدیم اور مستند ذخیرہ ہوتا ہے۔ مراجع اصلیہ سے جتنا زیادہ استفادہ ہو اور ان سے مستفاد حقائق جتنے زیادہ ہوں، اتنا ہی مقالے کا معیار بڑھے گا، خصوصاً جب یہ حقائق اور معلومات ایسی ہوں کہ مقالہ نگار سے پہلے ان تک کسی کی رسائی ہو اور نہ کسی نے ان کو بطور اقتباس نقل کیا ہو۔

۲۔ثانوی مآخذ:

ثانوی مآخذ وہ مراجع ہیں جن میں اور تحقیق نگار میں ایک یا زیادہ واسطوں کا فاصلہ ہو۔ یعنی وہ مآخذ جن میں کسی ناقل نے مراجع اصلیہ سے مواد لے کر اپنے اسلوب و انداز میں پیش کیا ہو۔

اگر طالب علم کو ثانوی مراجع میں ایسا مواد مل جائے جو مقالے کے لیے ضروری ہو تو اسے چاہئے کہ ان پر اعتماد کرنے کے بجائے مراجع اصلیہ کی طرف رجوع کرے اور اس اقتباس یا محوّلہ کلام کے اصل مآخذ تک رسائی حاصل کر کے اسے اس کے سیاق و سباق کے ساتھ مطالعہ کرے۔ طالب علم کو چند مرتبہ کے تجربے سے معلوم ہو جائے گا کہ مراجع اصلیہ کو خود اپنی نظر سے دیکھنا کتنا ضروری ہوتا ہے؟ کیونکہ کچھ ثانوی مراجع ایسے ہیں جن میں مراجع اصلیہ سے منقول عبارات سمجھنا مشکل ہوتا ہے یا وہ مواد ثانوی

مراجع میں ایک خاص رنگ میں رنگ کر پیش کیا جاتا ہے جس سے اصل ماخذ کا مفہوم اور مطلب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

مراجع اصلیہ کی مراجعت کیے بغیر ثانوی مراجع پر اعتماد کرنا کتنی سنگین اور خطرناک بات ہے؟ اس کو یوں سمجھئے کہ تجربے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص سے کوئی بات نقل کرے، پھر وہ شخص اس بات کو آگے نقل کرے اور پھر چوتھا شخص اس تیسرے سے وہی بات نقل کرے تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ جو بات چوتھے شخص نے کہی یا لکھی ہے، وہ پہلے شخص کی کہی یا لکھی ہوئی بات سے تھوڑی بہت مختلف ہوگی۔ حدیث اور فقہ جیسے محقق و مستند دینی علوم کی روایات کے علاوہ عام اقتباسات اور حوالہ جات میں احتیاط نہ کرنے سے نقل در نقل در آنے والی غلطیوں کی مثالوں کی فہرست کافی طویل ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس احتیاط پر بہت زور دیا ہے اور اس حوالے سے کی گئی بے احتیاطی کی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جو ان کی کتاب "شرح عقود رسم المفتی" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب "ردالمختار" (المعروف بہ "فتاویٰ شامی") میں یہ التزام کیا ہے کہ ہر حوالہ کو اس کے اصلی مآخذ سے رجوع کرنے کے بعد درج کروں گا۔ یہ احتیاط اس کتاب کی مقبولیت کی ان متعدد وجوہات میں سے ایک ہے جن کی بنا پر ان کی یہ کتاب اہل علم کا مرجع بن گئی ہے۔

یہاں دو نکتے سمجھ لیجئے:

۱۔ مراجع اصلیہ کبھی جدید بھی ہوتے ہیں، جیسے: سرکاری شماریات، جنہیں حکومت، آبادی، درآمدات، برآمدات اور تجارتی اتار چڑھاؤ کے بارے میں وقتاً فوقتاً شائع کرتی ہے، اسی طرح بااعتماد علمی حلقوں میں مقبولیت عام پانے والے علمی تجربات اور عدالتی فیصلوں کا پس منظر اور وجوہات

وغیرہ۔ البتہ وہ جدید کتابیں جن میں موجود اقتباسات کے حوالے نہیں ہوتے، مقالہ نگار کے کسی کام کی نہیں۔

۲۔ثانوی مراجع بھی کبھی کبھی اصلی اور کارآمد تحقیقی نکات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً ثانوی مآخذ کا مصنف جس چیز کے بارے میں تحقیق کر رہا ہے، اس کے بارے میں اپنا ایک خاص نقطۂ نظر اپنی کتاب میں ظاہر کرتا ہے، یا مراجع اصلیہ سے کوئی اقتباس نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ و تنقید کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری چیزیں اصل نکات ہیں بشرطیکہ اس جیسی بات اس سے پہلے کسی اور نے نہ کہی ہو۔

مراجع ومصادر کی ترتیب:

مقالے کے آخر میں ان تمام مأخذ کو ایک خاص ترتیب سے لکھا جاتا ہے جن سے مقالے کے دوران استفادہ کیا گیا۔ اس ترتیب کو ہم "حاشیہ نگاری" والے مضمون کے آخر میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

تمت بالخیر